حاتم طائی کی شاعری کے اخلاقی پہلو

محمد اویس سرور
لیکچرار شعبہ عربی، دیال سنگھ کالج، لاہور

MORAL ASPECTS IN HATIM TAI'S VERSE

Muhammad Awais Sarwar
Lecturer in Arabic, Govt Diyal Sing College, Lahore

Abstract

Hatim Tai is a well known personality. Generosity is his claim of fame. He was also a famous Arabic poet and a respected chieftain of the pre-Islamic period. Books are replete with stories of his acts of generosity which made him an inspirational figure in history of the Arabs. Hatim is one of the rare breed blessed with high moral values. He always kept away from immoral activities prevalent in his time. He was so popular for his virtues that the holy Prophet (PBUH) also admired and esteemed him. Hatim is mainly famous for his generosity but the detailed account of chastity, truthfulness, supporting the oppressed, non-violence, hospitality, valour, fulfilment of promise, self esteem and contentment proves him to be a person of high morals and aptly he composed his verses on these topics.

Keywords:

سخاوت، حاتم طائی، سعودی عرب، وصف، قید، شاعری، قبیلہ طی،
ابن اعرابی، قناعت، انسان

سخاوت حاتم طائی کا وصف خاص ہے، وہ اس میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ 'حاتم طائی' کا لفظ جونہی سماعت سے ٹکراتا ہے ذہن میں جود وسخا کا تصور ساتھ لاتا ہے۔ عام طور سے حاتم طائی کی وجہِ شہرت یہی ہے، لیکن عہدِ جاہلی کے اس نامور سردار اور شاعر کا جو شعری سرمایہ ہم تک پہنچا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاتم طائی کی شخصیت کئی اعلیٰ اقدار کی حامل ہے۔ وہ اپنے اعلیٰ خیالات اور پاکیزہ نظریات کی بدولت عہدِ جاہلی کا ایک سپوت معلوم ہوتا ہے، جس کی شاعری میں اخلاق واقدار کا ایک بیش قیمت خزانہ موجود ہے۔

حاتم طائی کا تعلق نجد کے قبیلہ طی ء سے تھا۔ اس کی رہائش 'اَجا' اور 'سلمیٰ' نامی دو پہاڑوں کے درمیان تھی۔ آج کل اس جگہ کو 'حائل' کہا جاتا ہے اور یہ سعودی عرب کے شمال میں واقع ہے۔ حاتم طائی کے محل کے کھنڈرات اور قبر کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ اس کی کنیت ابوسفانہ اور ابوعدی ہے۔ حاتم نے ابھی ہوش بھی نہ سنبھالا تھا کہ اس کا باپ عبداللہ بن سعد طائی انتقال کر گیا۔ حاتم طائی کی پرورش کی ذمہ داری اب اس کی والدہ عتبہ بنت عفیف پر تھی۔ وہ ایک مال دار اور سخی خاتون تھیں۔ ان کی سخاوت اور دریا دلی بھی بے مثال تھی۔ ان کے گھر کے لوگ ان کی سخاوت اور فیاضی سے اس قدر زچ ہو جاتے کہ ایک مرتبہ ان کے بھائیوں نے ایک سال کے لیے اپنی بہن کو مال کی قدر سکھانے کے لیے قید میں ڈال دیا۔ ان کا کھانا کم کر دیا اور انہیں مال و دولت اور تونگری کی قدر سکھانا چاہی۔ ایک سال بعد جب انہوں نے اپنی بہن کو آزاد کیا تو ساتھ تھوڑا سا مال بھی دے دیا۔ ابھی وہ قید خانے سے باہر آئی ہی تھی کہ ایک عورت سوالی بن کر آئی حاتم طائی کی والدہ نے اپنے پاس موجود پونجی اس عورت کو دے دی اور کہا:

> ''قید کے دنوں میں مجھے بھوک کی تکلیف کا اندازہ ہو گیا ہے۔ اس لیے اب میں کسی مانگنے والے کو ہرگز خالی ہاتھ نہ جانے دوں گی''(۱)

والدہ کی یہی سخاوت حاتم طائی میں منتقل ہوئی۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے:

> "إن حاتما أخذ عنها الجود"(۲)

یعنی حاتم طائی نے سخاوت اپنی ماں سے سیکھی۔

سخاوت اور فیاضی حاتم طائی کا ایک جبلی وصف تھا جسے حاصل کرنے کے لیے اسے ریاضت نہ کرنا پڑی۔ بچپن میں اسے کھانا ملتا تو وہ کسی ایسے شخص کی تلاش میں نکل جاتا جو اس کے ساتھ شریک ہو سکے۔ اگر کوئی مل جاتا تو اس کے ساتھ کھاتا اور اگر کوئی نہ ملتا تو کھانے کو پھینک دیتا تھا۔ اس کی اس عادت سے تنگ آ کر اس کے دادا نے اسے اونٹوں کی رکھوالی پر مقرر کر دیا۔ وہاں ایک دن ایسا ہوا کہ کچھ مہمان آئے تو حاتم طائی نے نا صرف ان کے لیے اونٹ ذبح کیے بلکہ جب وہ جانے لگے تو انہیں ساتھ بھی بہت سے اونٹ دے دیے۔ اس کے اس 'جرم' کی پاداش میں اس کے دادا نے اسے گھر سے نکال دیا۔ حاتم طائی نے اس سزا کو خوشی سے قبول کیا اور کہا:

وإني لعف الفقر مشترك الغنى   وتارك شكل لا يوافق شكلي

وأجعل مالي دون عرضي جنة   لنفسي وأستغني بما كان من فضلي (۴)

یعنی میں فقر کو مٹاتا اور مالداری کو پھیلاتا ہوں اور میں ہر اس شخص کو چھوڑ دیتا ہوں جس کا مزاج میرے مزاج سے نہیں ملتا۔ میں مال کو خرچ کر کے عزت کو بچاتا ہوں۔ جو مال میری ضرورت سے زیادہ ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

حاتم بن عبداللہ طائی نے اسی دریا دلی اور سخاوت کو اپنی پہچان بنایا اور اس میں ضرب المثل کا درجہ حاصل کیا۔ شاعری چونکہ شاعر کے احساسات اور خیالات کا مظہر ہوتی ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جیسے مذہبی شاعری میں امیہ بن ابی الصلت کا کوئی ثانی نہیں، حماسہ میں عنترہ کا کوئی ثانی نہیں، زہد میں ابوعتاہیہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اسی طرح سخاوت اور کرم کے مضامین پر مشتمل شاعری میں حاتم طائی کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

ابن اعرابی کے بیان کے مطابق حاتم طائی کو 'مُظَفَّر' کہا جاتا تھا۔ مُظَفَّر کا لفظی معنی ہے: ایسا شخص جسے ہر میدان میں کامیابی ملے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ حاتم طائی جب کسی سے جنگ کرتا تو سرخرو ہوتا، مقابلہ کرتا تو کامیاب ہوتا، تیر چلاتا تو نشانہ خطا نہ ہوتا، جب اہل عرب کا مقدس مہینہ رجب آتا تو وہ ہر روز دس اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھانا کھلاتا۔ (۴)

حاتم طائی نے دوشادیاں کیں، پہلی شادی نوار نامی خاتون سے ہوئی اور دوسری شادی یمن کی ایک شہزادی ماویہ بنت حجر سے ہوئی۔ حاتم کے تین بچے تھے: عبداللہ سفانہ اورعدی۔ سفانہ اور عدی نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام قبول کیا۔(۵) عدی بن حاتم طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ممتاز صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ انھوں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہت سا علم حاصل کیا۔ حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ احادیث بھی مروی ہیں۔ کوفہ میں قیام کیا اور سن ۶۸ ہجری میں یہیں انتقال ہوا۔(۶)

حاتم طائی کا شمار زمانہ جاہلیت کے ان گنے چنے لوگوں میں ہوتا تھا جنہیں عمدہ اخلاق وعادات کا وافر حصہ ملا تھا۔ وہ اکثر خاموش رہتا، دل کا نرم اور زبان کا میٹھا تھا۔ ان تمام برائیوں سے دور تھا جن میں اس زمانے کے اکثر لوگ مبتلا تھے۔ حاتم طائی کی بیٹی سفانہ جب قیدی بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائی گئیں تو انہوں نے اپنے باپ کے اخلاق وعادات کا نقشہ کچھ یوں کھینچا

''میرے والد قیدیوں کو آزاد کراتے تھے، کمزور کا دفاع کرتے تھے، مہمان کو کھانا کھلاتے تھے، مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرتے تھے، کھانا کھلانا اور سلام کو رواج دینا ان کا مشغلہ تھا۔ انہوں نے کبھی کسی ضرورت مند کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو ایک اچھے مومن کی صفات ہیں'' پھر آپ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا:

"خلوا عنها فإن أباها كان يحب مكارم الأخلاق، والله تعالىٰ يحب مكارم الأخلاق''

انہیں جانے دو، ان کے والد مکارمِ اخلاق کو پسند کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی مکارمِ اخلاق کو پسند کرتا ہے۔(۷)

حاتم طائی کے مکارم اخلاق پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عادل سلیمان جمال نے لکھا ہے:

ترجمہ: حاتم طائی کے مکارم اخلاق ایک ایسی جامع عبارت ہیں جو ہمارے لیے

اس یکتا شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے۔حاتم امورِ خیر کا خوگر تھا، وہ ہر اچھا کام کرتا تھا اور ہر برے کام سے بچتا تھا، اچھے کاموں سے محبت اور برے کاموں سے اجتناب اس کی فطرت تھی۔ یہ ایسی خوبی ہے جو صرف نابغہ روزگار افراد کو حاصل ہوتی ہے۔(۸)

سخاوت اور فیاضی کے ساتھ ساتھ سچائی، پاکدامنی، تواضع، وطن کی محبت، صلح پسندی، جنگ وجدل سے نفرت، وفا شعاری، دوسروں کی خطاؤں سے درگزر اور دوسروں کی خیرخواہی چاہنا، حاتم طائی کے وہ اوصاف ہیں جن کی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے 'مکارم اخلاق' سے محبت کرنے والا قرار دیا ہے۔

حاتم طائی کی شاعری میں جن اخلاقی اقدار کا درس ملتا ہے، یوں تو وہ بہت سی ہیں، لیکن یہاں ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

جودوسخا

کہا جاتا ہے کہ زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے اور شعر شعور کا آئینہ ہوتا ہے۔حاتم کے اخلاق اس کی شاعری میں منعکس ہوتے نظر آتے ہیں۔اس زمانے کے اکثر شعرا کے برعکس اس کے الفاظ سہل اور رقیق ہیں۔اس کا اسلوب جامع اور پختہ ہے۔اس کے مقاصد بلند اور قابلِ قدر ہیں۔ابن اعرابی نے حاتم کی شاعری پر بہت خوبصورت الفاظ میں تبصرہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں:"جوده يشبه شعره"(۹)

یعنی جیسے ان کا دل دریا تھا اسی طرح ان کے اشعار بھی معانی میں سمندر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کی شاعری میں امثال، محاورات، حکمتوں اور بصیرتوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔مال خرچ کرنے کی اہمیت اور سخاوت حاتم طائی کا بنیادی موضوع سخن ہیں۔ایک موقع پر اپنی بیوی ماویہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

أماوي إن المال غاد ورائح ويبقى من المال الأحاديث والذكر

أماوي ما يغني الثراء عن الفتى إذا حشرجت يوما وضاق بها الصدر

أماوي إن المال إما بذلته   فأوله شكر وآخره ذكر

وقد يعلم الأقوام لو أن حاتما   أراد ثراء المال كان له وفر (١٠)

یعنی اے ماویہ! مال تو آنی جانی چیز ہے۔ مال کی صرف باتیں ہی باتیں رہ جاتی ہیں۔ اے ماویہ! جب انسان لالچی بن جائے تو اس کی مالداری اس کے کسی کام نہیں آسکتی۔ اے ماویہ! جب مال کو خرچ کیا جاتا ہے تو اس کی ابتدا شکر ہے اور انتہا ذکرِ خیر ہے۔ اے ماویہ! لوگ جانتے ہیں کہ اگر حاتم مال جمع کرنا چاہتا تو ڈھیروں ڈھیر جمع کر لیتا۔

حاتم طائی اپنے مال کو اپنا غلام سمجھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے ساتھ برتاؤ بھی غلاموں والا ہونا چاہیے۔ مال کو انسان کا خادم بننا چاہیے نہ کہ مخدوم۔ اس کا ترجمان شعر دیکھیے:

إذا كان بعض المال ربا لأهله   فإني بحمد الله مالي مُعَبَّدُ (١١)

یعنی بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کا مال ان کے لیے معبود کا درجہ رکھتا ہے، میرا مال اللہ کے فضل سے میرا غلام ہے۔

حاتم طائی کے مطابق اصل سرداری اپنے لوگوں کی ضرورت کو پورا کرنا اور ان پر خرچ کرنے کا نام ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ دلوں پر حکومت کرنا چاہتا تھا، محض جسموں پر کی گئی حکومت اس کے نزدیک معنی نہ رکھتی تھی۔

يقولون لي أهلكت مالك، فاقتصد   وما كنت، لولا مايقولون، سيدا (١٢)

یعنی وہ مجھے کہتے ہیں کہ تو نے بہت مال ضائع کر دیا، میانہ روی سے خرچ کر۔ اگر یہ بات ان کی زبانوں پر جاری نہ ہوتی تو میری سرداری سرداری نہ ہوتی۔"

حاتم طائی کا فلسفہ سخاوت یہ تھا کہ جو پاس ہو سب کا سب خرچ کر دیا جائے۔ خواہ اس کے بعد خود بھوک اور تکلیف کو سہنا پڑے۔ وہ اپنی اس عادت کو اپنا خاص مزاج قرار دیتا تھا اور اس پر ہمیشہ فخر کرتا تھا:

وقائلة: أهلكت بالجود، مالنا   ونفسك، حتى ضر نفسك جودها

فقلت دعيني، إنما تلك عادتي   لكل كريم عادة، يستعيدها (١٣)

یعنی ایک کہنے والی نے مجھے کہا کہ تو نے اپنی فیاضی میں سب کچھ خرچ کر دیا اور اپنی جان کے لیے وبال کھڑا کر لیا، تیری سخاوت تیرے لیے مصیبت بن گئی۔ میں نے اس کو کہا کہ ان باتوں کو چھوڑو، یہ تو میری فطرت ہے۔ اور ہر سخی شخص کی ایک خاص فطرت اور انوکھا مزاج ہوا ہی کرتا ہے۔

عفوو درگزر اور چشم پوشی

دوسروں کی غلطیوں کا معاف کرنا اور ان سے چشم پوشی کرنا حاتم طائی کے فلسفۂ اخلاق کا اہم جز ہے۔ وہ اپنی زندگی میں شدت کے ساتھ اس پر کاربند نظر آتا ہے اور اس کا یہ رنگ اس کے اشعار میں بھی نظر آتا ہے:

وأغفر عوراء الكريم ادخاره، وأصفح عن شتم اللئيم، تكرما (۱۴)

میں سخی شخص کے نازیبا کلمہ کو معاف کر دیتا ہوں اور معمولی شخص کے بدتہذیب رویے پر چشم پوشی کرتا ہوں تا کہ اپنی عزت کو باقی رکھ سکوں۔

حاتم طائی جیسے نابغۂ روزگار لوگوں کو عموماً زمانے کے حسد اور معاصرانہ چشمک کا سامنا کرنا پڑتا۔ جس کے نتیجے میں انہیں معاشرہ نا کردہ جرائم کی سزا دینا ضروری سمجھتا ہے۔ فطرتی طور پر حاتم کو بھی ایسے حالات کا سامنا رہا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے عفوو درگزر کو خیرباد نہ کہا کیونکہ اس کے نزدیک 'مکارمِ اخلاق' کا اہم عنصر معاف کر دینا ہے:

وكلمة حاسد، من غير جرم، سمعت، فقلت: مرّي، فانفذيني

وعابوها علي، فلم تعبني، ولم يعرق لها، يوما، جبيني

وذي وجهين، يلقاني طليقا وليس اذا تغيب يأسيني

نظرت بعينه فكففت عنه محافظة على حسبي وديني (۱۵)

یعنی جب میں کسی حاسد کی اپنی طرف منسوب کردہ کوئی بات سنتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ تو جاری رہ اور چلتی رہ۔ وہ میری برائی بیان کرتے ہیں لیکن ان کے کلمات مجھے متاثر نہیں کرتے اور نہ ان کی بات سن کر میری

پیشانی سے پسینہ بہتا ہے۔منافق شخص مجھے خندہ پیشانی سے ملتا ہے اور اس کے چلے جانے کے بعد میں اس کے عمل کو اپنے لیے نمونہ نہیں بناتا۔میں اس کی منافقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں لیکن میں اپنے خاندانی شرف اور اپنے اصول ہائے زندگی کی حفاظت کی خاطر خاموش رہتا ہوں۔

حاتم طائی کا یہ فلسفہ اسلامی فلسفہ اخلاق سے ملتا جلتا ہے۔اسلام نے بھی غصے کو پی جانے اور عفو و درگزر سے کام لینے کی تلقین کی ہے۔جلیل القدر تابعی حضرت عبد اللہ بن شداد رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے حاتم طائی کے ان اشعار سے استشہاد کیا: اے بیٹے! جب تم کسی حاسد کی کوئی بات سنو تو اس سے ایسے چشم پوشی کرو گویا تم نے اس بات کو سنا ہی نہیں۔اگر تم اس پر کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں کرو گے تو وہ عیب اسی پر لوٹ جائے گا''۔(۱۶)

عفت و پاک دامنی

جاہلی شاعری کا عمومی رجحان عفت و پاکدامنی سے ناآشنائی کا ہے۔لیکن حاتم طائی زمانے کی روش کے برعکس عفت، پاکدامنی اور حیا کی بات کرتا ہے۔اس کے نزدیک کسی کی عزت کو داغ دار کرنا شیطانیت اور غیر اخلاقی حرکت ہے:

كريم، لا أبيت الليل، جاد   أعدد بالأنامل ما رزيت

اذا ما بت أختل عرس جاري   ليخفيني الظلام، فلا خفيت

أأفضح جارتي، وأخون جاري؟   معاذ الله أفعل ما حييت (۱۷)

یعنی میں ایک شریف آدمی ہوں اور میں ایک سوالی کی طرح رات نہیں گزارتا، میں اپنے پاس موجود چیزوں کو انگلیوں کے پوروں پر شمار کرتا ہوں۔اگر میں اپنے پڑوسی کی بیوی کو دھوکہ دینے کے لیے رات کا انتظار کروں، تا کہ رات کی تاریکیاں میرے اس گناہ کو چھپا سکیں تو درحقیقت یہ برائی چھپ نہیں سکتی میں کیونکر اپنے پڑوسی کو دھوکہ دوں اور اپنی پڑوسن کو رسوا کروں، جب تک میں زندہ رہوں میں اس عمل سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

اس کی حیا کا یہ عالم ہے کہ اگر اس کا کبھی اپنی پڑوسی خواتین سے سامنا ہوتا بھی ہے تو وہ ان کے لیے انجان بن جاتا ہے:

وما أنا بالماشي الی بیت جارتي　　طروقا، أحییها کآخر جانب (۱۸)

یعنی میں رات کے وقت اپنی پڑوسن کے گھر کی طرف نہیں چلتا اور اگر کبھی میں انہیں سلام کروں بھی تو ایک اجنبی کی طرح کرتا ہوں۔

حاتم کبھی عورتوں کی باتیں نہیں کرتا تھا، اس کے نزدیک عورتوں کے بارے میں باتیں کرنا یا ان کے پوشیدہ امور میں دلچسپی لینا کمینے اور کم حیثیت لوگوں کو خصلت ہے:

اذا أوطن القوم البیوت وجدتهم　　عمادة عن الأخبار خرق المکاسب

وشر الصعالیک الذی هم نفسه　　حدیث الغوانی واتباع المآرب (۱۹)

یعنی آپ ہماری قوم کے لوگوں کو دیکھیں گے کہ جب وہ گھروں میں ٹھہرتے ہیں تو عورتوں کو نہیں دیکھتے گویا اندھے ہوں اور ان سے متعلقہ باتیں نہیں سنتے گویا بہرے ہوں۔ وہ لوگ انتہائی معمولی اور خسیس ہیں جن کو گانے والی عورتوں اور ان کے اعضا کی باتوں سے فرصت نہ ہو۔

اس کے نزدیک اس فعل کی شناعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے زندگی بھر عورتوں کے حالات سے آگاہ نہ ہونے کی قسم کھائی ہے:

فأقسمت لا أمشي علی سر جارتي　　مدی الدهر، ما دام الحمام یغرد (۲۰)

یعنی میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اپنی کسی پڑوسی عورت کے رازوں کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کروں، جب تک زمانہ باقی رہے اور جب تک کبوتر بولتے رہیں۔

قناعت پسندی

قناعت کا درس حاتم کی شاعری کا خاص وصف ہے۔ وہ خود بھی معمولی خورونوش پر گزر اوقات کرتا تھا اور اس کی تلقین اس کی شاعری میں بھی ملتی ہے:

إذا کنت ذا مال کثیر، موجَّهًا　　تُدقّ لک الأفحاء في کل منزل

فإن نزيع الجفر يلهب عيمتي　　　وأبلغ بالمخشوب، غير المفلفل (۲۱)

یعنی اگر تم مالدار اور صاحب جاہ ہو تو ہر منزل پر تمہارے لیے مسالے کوٹے جائیں گے۔ میں دودھ کی شدید خواہش کی حالت میں پانی پر گزارا کر لیتا ہوں اور بھوک میں تازہ گوشت کھا لیتا ہوں خواہ اس پر مرچیں نہ بھی ہوں۔

حاتم طائی کے نزدیک شہوتوں کا رسیا، عورتوں پر فریفتہ اور کھانے کا بھوکا شخص خسیس، لالچی، کمینہ اور رذیل ہوتا ہے:

وانک مهما تعط بطنک سؤله　　　وفرجک نالا منتهى الذم أجمعا (۲۲)

اگر تم اپنے پیٹ اور اپنی شرم گاہ کو ان کی پسندیدہ چیزیں دیتے رہو گے تو دنیا بھر کی خرابیاں اپنے پاس جمع کر لو گے۔

اس کی قناعت کا یہ حال تھا کہ جب وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا اور خود ان کے ساتھ شریک ہوتا تھا تو ان سے بہت کم کھانا کھاتا تھا۔ اگر کھانا کم ہوتا تو وہ بھوکے رات گزارنے کو ترجیح دیتا اور دوسروں کا پیٹ بھرتا تھا:

واني لأستحيي صحابي أن يروا　　　مكان يدي من جانب الزاد أقرعا

أقصر كفي أن تنال أكفهم　　　اذا نحن أهوينا وحاجتنا معا

أبيت خميص البطن مضطمر الحشا　　　حياء، أخاف الذم أن أتضلعا (۲۳)

یعنی مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میرے ساتھی کھانے کے پیالے میں میرے ہاتھ کی جگہ کو خالی دیکھیں۔ میں اپنے ہاتھ کھانے کے دوران ان کی ہتھیلیوں سے ٹکرانے نہیں دیتا، خواہ ہمیں کھانے کی کتنی شدید خواہش ہی کیوں نہ ہو۔ میں بھوک کی حالت میں اور انتڑیوں کے خالی ہونے کی حالت میں رات گزار لیتا ہوں اور اس خوف سے کھانا نہیں کھاتا کہ کوئی میرے بارے میں یہ نہ کہہ دے کہ اس نے بہت کھا لیا۔

حاتم طائی کا فلسفہ یہ تھا کہ شدید بھوک کی حالت میں انتہائی مزے دار کھانے پر ٹوٹ پڑنا کمینے لوگوں کا شیوہ ہے۔وہ شدید بھوک میں بھی کھانے سے استغنا برتنے کو مکارم اخلاق میں شمار کرتا ہے:

لقد كنت أطوى البطن، والزاد يشتهى　　مخافة يوما أن يقال: لئيم (۴۴)

یعنی میں سخت بھوک کی حالت میں بھی کھانے سے دور رہتا ہوں، تا کہ کوئی مجھے لالچی ہونے کا طعنہ نہ دے۔

سچائی وصداقت

حاتم طائی کی شخصیت اور کلام میں پایا جانے والا ایک اخلاقی عنصر 'سچائی' کا ہے۔حاتم طائی کا عقیدہ ہے کہ جھوٹ بولنے سے انسان کی شخصیت اور شہرت تباہ ہو جاتی ہے اور یہ بدنامی قبر تک اس کے ساتھ جاتی ہے۔لہٰذا انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولے، تا کہ اس کی اچھی شناخت باقی رہے:

فاصدق حديثك، إن المرء يتبعه　　ما كان يبنى إذا ما نعشه حملا (۴۵)

یعنی ہمیشہ سچ بولو، کیونکہ مرنے کے بعد انسان کی زندگی کے اعمال ہی اس کا سرمایہ ہوتے ہیں۔

حاتم طائی اس بات پر بھی فخر کا اظہار کرتا ہے کہ اس کے سب دوست سچائی کے پیکر ہیں:

وفتيان صدق، لا ضغائن بينهم　　إذا أرملوا لم يولعوا بالتلاوم (۴۶)

یعنی میرے دوست سچائی کے پیکر ہیں، ان کے درمیان کسی قسم کا کینہ یا بغض نہیں۔جب وہ ناداری کا شکار ہو جائیں تو ایک دوسرے کو ملامت نہیں کرتے۔

سچائی سے اس کی محبت کی ایک دلیل یہ ہے کہ وہ سچے لوگوں کی ہم نشینی کو پسند کرتا ہے:

تبغ ابن عم الصدق حيث لقيته　　فإن ابن عم السوء إن سر يخلف (۴۷)

یعنی سچے آدمی کو تلاش کر جہاں کہیں بھی تجھے مل جائے کیونکہ جھوٹا آدمی جب تجھ سے کرے گا تو وعدہ خلافی کرے گا۔

وعدے کی پاسداری

وفاداری اور عہد کی پاسداری حاتم طائی کے اخلاق میں سے ہے۔اس خوبی سے اس کی محبت کا یہ حال ہے کہ وہ اس شخص کے ساتھ بھی وفا کا قائل ہے جو اس کے ساتھ بے وفائی کرے۔کیونکہ وہ

اپنے دامن کو اس برائی سے داغ دار نہیں بنانا چاہتا۔ وہ بدعہد سے خیانت اور بدعہدی نہیں کرتا اور اس کے راز فاش نہیں کرتا:

اللـــه يـعـلـم أني ذو محـافظة   مـا لـم يـخـنـي خـليـلـي يـبـتـغي بـدلا

فــإن تـبـدل ألـفــاني أخـا ثـقـة   عف الـخـلـيـقـة لا نكسا ولا وكلا (۲۸)

یعنی اللہ جانتا ہے کہ میں وعدہ پورا کرنے والا ہوں، ہاں اگر میرا کوئی دوست بدلے کے لالچ میں مجھ سے خیانت کرلے تو یہ الگ بات ہے۔ اگر وہ لوٹ کر آئے تو وہ مجھے قابل اعتماد بھائی کی طرح پائے گا، جس کے اخلاق پاکیزہ ہیں، وہ بزدل یا اپنا کام دوسرا پر ڈالنے والا نہیں ہے۔

حاتم طائی جانتا تھا کہ اس کے چچازاد اور اس کے کچھ رشتہ دار اس سے حسد کرتے ہیں اور اس کے بارے میں دل میں کینہ رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ ان سے نبھاتا تھا اور ان سے وفا کرتا تھا:

ولا أخـذل الـمـولـى لسوء بلائـه   وإن كـان محني الضلوع على غمر (۲۹)

یعنی میں اپنے چچازاد کے برے سلوک کی وجہ سے اس سے خیانت اور عہد شکنی نہیں کرتا، خواہ وہ میری دشمنی کو اپنے سینے میں چھپائے کیوں نہ زندگی گزار رہا ہو۔

حاتم طائی بدعہدی اور وعدہ شکنی کے ذریعے کمائے گئے مال کو مال حرام سمجھتا ہے:

ولا أشتـري مـالا بـغـدر علـمتـه   ألا كـل مـال خـالـط الغدر أنكد (۳۰)

یعنی میں جان بوجھ کر کسی بدعہدی اور خیانت کے ذریعے مال حاصل نہیں کرتا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جس مال میں خیانت اور آمیزش ہو جائے وہ حرام ہوتا ہے۔

صلح پسندی اور عدم تشدد

زمانہ جاہلیت کی عمومی روش کے برعکس حاتم طائی ایک صلح جو اور امن پسند شخص تھا۔ وہ تشدد اور مار دھاڑ کے خلاف تھا۔ جب وہ دیکھتا کہ اس کی قوم ظلم کررہی ہے تو وہ ان سے کنارہ کش ہو جاتا تھا۔ اس سے جہاں اس کے انصاف اور امن پسندی کا علم ہوتا ہے تو دوسری طرف آپ اسے اس کی بہادری

پر بھی محمول کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایسے معاشرے میں زندگی گزار رہا تھا جہاں آدمی کا قبیلہ ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ آدمی کی زندگی، عافیت، کاروبار و معیشت اور سکون خاندانی امداد کا مرہونِ منت تھا۔ خاندان سے بغاوت کو اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف خیال کیا جاتا تھا۔ خاندان سے بائیکاٹ کا مطلب تھا جیتے جی مر جانا۔ ان حالات میں قوم کی غلط پالیسیوں پر احتجاج حاتم طائی کو اپنے زمانے کے با اصول اور بہادر لوگوں میں شامل کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیتا تھا، خواہ اس کی خاطر اسے شدید مزاحمت کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے:

سأنصره إن كان للحق تابعا وإن جار لم يكثر عليه التعطف

وإن ظلموه قمت بالسيف دونه لأنصره إن الضعيف يؤنف (۳۱)

یعنی میں اس شخص کی مدد کروں گا جو حق کی اتباع کرنے والا ہے۔ اگر وہ ظلم کرے گا تو میری ہمدردی کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر لوگ ظلم کریں گے تو میں اپنی تلوار لے کر ان کے مقابلے میں کھڑا ہو جاؤں گا تاکہ مظلوم کی مدد کروں، حالانکہ عام طور پر کمزور کو نا گوار سمجھا جاتا ہے۔

عام طور پر اقتدار اہلِ قوت کو مخمور کر دیتا ہے، لیکن حاتم طائی قوم کا سردار اور سرکردہ شخص ہونے کے باوجود ضعیفوں اور بے کسوں پر ظلم کو روا نہیں سمجھتا تھا:

ولا أظلم ابن العم إن كان إخوتي شهودا، وقد أودي بإخوته الدهر

عنينا زمانا بالتصعلك والغنى كما الدهر في أيامه العسر واليسر

فما زادنا بأوا على ذي قرابة غنانا ولا أزري بأحسابنا الفقر (۳۲)

یعنی میں اپنے چچا زاد بھائی پر ظلم نہیں کرتا خواہ میرے سگے بھائی میری مدد کے لیے موجود ہوں۔ کیونکہ زمانہ انسان کو اس کے بھائیوں سمیت مار ڈالتا ہے۔ ہم نے زندگی میں غربت بھی دیکھی اور مال داری بھی، جیسا کہ زمانہ خوشحالی اور تنگ دستی سے عبارت ہے۔ لیکن ہم نے اپنی مال داری کی وجہ سے اپنے رشتہ داروں کے مقابلے میں تکبر نہیں کیا اور فقر کی وجہ سے اپنے حسب کو عیب دار نہیں ہونے دیا۔

حاتم کا معمول تھا کہ وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے بجائے ہمیشہ اخلاق اور مروت کا

دامن تھامے رکھتا تھا، اگر اس کے رشتہ دار اسے طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے اور اس کی ذات پر کیچڑ اچھالتے تو حاتم ان کی اس بدتہذیبی کو صبر واستقامت سے برداشت کرتا، لیکن کوئی جواب نہ دیتا تھا، وہ کہتا ہے:

ولا أخذل المولى وإن كان خاذلا　　ولا أشتم ابن العم إن كان مفحما (۳۳)

یعنی میں اپنے کسی دوست سے بے وفائی نہیں کرتا خواہ وہ میرے ساتھ بے وفائی کرے، میں چچازاد بھائی کو برا بھلا نہیں کہتا خواہ وہ میرے بارے میں نامناسب زبان استعمال کرے۔

تواضع اور عاجزی

حاتم طائی کی شاعری میں جھلکنے والے اوصاف میں ایک اہم وصف تواضع، عاجزی اور انکساری کا ہے۔ اس کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ وہ اونٹنی پر سوار ہوتا تو ساتھ کسی کو پیدل نہ چلنے دیتا تھا، حالانکہ یہ اس زمانے میں عام معمول تھا۔ وہ یا تو گفتگو کرنے والے کو ساتھ سوار کر لیتا یا خود بھی اس کے ساتھ پیدل چلنے لگتا:

إذا كنت ربا للقلوص فلا تدع　　رفيقك يمشي خلفها غير راكب

أنخها فأردفه فإن حملتكما　　فذاك، وإن كان العقاب فعاقب (۳۴)

یعنی جب تمہارے پاس کوئی نوجوان اونٹنی ہو تو اپنے ساتھی کو اس کے پیچھے پیدل مت چلنے دو، اپنی اونٹنی کو بٹھاؤ، اگر اس میں تم دونوں کو لے کر چلنے کی طاقت ہو تو دونوں اس پر سوار ہو جاؤ اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو باری باری سواری کرو۔

وہ ہمیشہ دوسروں کی خوبی کا اعتراف کرتا تھا، وہ اہل اور قابل لوگوں کو ترجیح دیتا ان کا حق سمجھتا تھا اور ان کے دفاع میں کوشاں رہتا تھا:

أسود سادات العشيرة عارفا　　ومن دون قومي في الشدائد مذودا (۳۵)

یعنی میں اپنی قوم کے سرداروں کو سرداری دیتا ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ مصیبت میں میری قوم کا دفاع کریں گے۔

اپنے سے بہتر لوگوں کو سرداری کے لیے منتخب کرنا اس کا شعار ہے:

أسـود ذا الـفـعـال ولا أبـالـي　　　علـى أن لا أسـود إذا كفيت (۳۶)

یعنی میں قیادت اہل آدمی کے سپرد کر دیتا ہوں، کیونکہ اگر مجھے سردار بنائے جانے کی ضرورت نہ ہو تو مجھے سرداری نہ ملنے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

خودداری اور عزتِ نفس

حاتم طائی کی شاعری میں خودداری اور عزتِ نفس کا پہلو بارہا اس کی شخصیت کا حصہ بنتا نظر آتا ہے۔ وہ ہر ایسے کام سے اجتناب کرتا ہے جس سے اس کی عزتِ نفس پامال ہو، اس کا فلسفہ ہے کہ اگر آپ اپنی عزت نہیں کریں گے تو کوئی آپ کی عزت نہیں کرے گا:

فـنـفسك أكرمها، فإنك إن تهن　　　علـيـك، فلن تلقى لها الدهر مكرما (۳۷)

یعنی اپنے نفس کی عزت کر، کیونکہ اگر تو نے اس کو ذلیل کیا تو تجھے زمانے میں کوئی اس کی عزت کرنے والا نہ ملے گا۔

وہ کسی بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی خود کو ذلیل کرنے کا قائل نہیں ہے:

ولـسـت إذا مـا أحـدث الـدهـر نكبة　　　بـأخـضـع ولا ج بيوت الأقارب (۳۸)

یعنی میں وہ شخص نہیں ہوں جو مصیبت کے وقت ذلت آمیز کام کرے اور رشتہ داروں کے گھروں میں جا گھسے۔

وہ حیا اور خودداری کی حفاظت کے لیے مصائب میں صبر کرنے کو اپنا اصول قرار دیتا ہے:

إذا قـل مـالـي أو نـكـبـت بـنـكـبة　　　قـنـيـت حـيـائـي عفة وتكرما (۳۹)

جب میرا مال کم ہو جائے یا میں کسی مصیبت کا شکار ہو جاؤں تو میں اپنی حیا کو پاکدامنی اور عزتِ نفس کا سبق یاد دلاتا ہوں۔

ظلم انسانوں کا ہو یا سختی تقدیر کی، حاتم ہر حالت سے عزتِ نفس کے ساتھ نمٹنا چاہتا ہے:

فـأبشر، وقـر الـعـيـن مـنـك، فإنني　　　أجـيء كـريـمـا لا ضعيفا ولا حصر (۴۰)

خوش ہو جاؤ، آنکھوں کو ٹھنڈا کرو، میں معاف کرنے والا بن کر آؤں گا، حالانکہ میں کمزور یا بے بس نہیں ہوں گا۔

الغرض حاتم طائی کا شمار زمانہ جاہلیت کے ذی احترام لوگوں میں ہوتا تھا۔ وہ زمانے کی روش سے ہٹ کر چلنے والا شاعر تھا۔ اس نے ہمیشہ اخلاقی اقدار کو اپنانے کا درس دیا اور اس کی زندگی بھی انہی اقدار پر کاربند نظر آتی ہے۔ یوں تو اس کی اصل شہرت اس کی سخاوت کی بنا پر ہے، یہاں تک کہ اس کا نام اس میدان میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن درحقیقت اس کی شاعری میں ان انسانی قدروں کا وسیع ذخیرہ موجود ہے جو ہر زمانے میں قابلِ تعریف اور لائقِ تحسین رہی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا حاتم طائی کو مکارم اخلاق کا حامل قرار دینا جہاں اس کے لیے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے تو دوسری جانب اس سے اس کے اخلاقی نقطہ ہائے نظر کی اہمیت بھی آشکارا ہوتی ہے۔ اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حاتم طائی کی شاعری جاہلی ادب میں اخلاق و آداب کی ایک بہترین مثال ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) الزيات، أحمد حسن: تاريخ الأدب العربي، ص ۷۱، دار نهضة مصر للطبع والنشر، الفجالة، القاهرة.

(۲) الطائي يحيىٰ بن مدرک، الكلبي هشام بن محمد: ديوان شعر حاتم بن عبد الله الطائي وأخباره، بدراسة وتحقيق الدكتور عادل سليمان جمال، ص ۱۰، الطبعة الثانية، القاهرة: مكتبة الخانجي، ۱۴۱۱هـ، ۱۹۹۰م.

(۳) الطائي، حاتم: ديوان حاتم الطائي، بشرح أحمد رشاد، ص: ۳۰، الطبعة الأولى، بيروت: دار الكتب العلمية، (۱۴۰۶هـ/۱۹۸۶م)

(۴) البهنساوي، الدكتور حسام: القواعد التحويلية في ديوان حاتم الطائي، ص ۳۰، القاهرة: مكتبة الثقافة الدينية.

(۵) الزيات، أحمد حسن: تاريخ الأدب العربي، ص ۷۳

(٦) ابن الأثير، أبو الحسن عز الدين، علي بن محمد: أسد الغابة في معرفة الصحابة، بتحقيق علي محمد معوض وعادل أحمد عبد الموجود تذكرة عدي بن حاتم الطائي، ج ٣ ص٧، بيروت: دار الكتب العلمية.

(٧) المتقي الهندي علاء الدين علي بن حسام الدين: كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، بتحقيق: بكري حياني وصفوة السقا، رقم الحديث: ٨٣٩٩، ج٣ص ٦٦٣، بيروت: مؤسسة الرسالة، الطبعة الخامسة(١٤٠١هـ/١٩٨١م).

(٨) الطائي يحيىٰ بن مدرك، الكلبي هشام بن محمد: ديوان شعر حاتم بن عبد الله الطائي وأخباره، بدراسة وتحقيق الدكتور عادل سليمان جمال، الطبعة الثانية، ١٤١١هـ، ١٩٩٠م، ص٥٣.

(٩) البهنساوي، الدكتور حسام: القواعد التحويلية في ديوان حاتم الطائي، ص٣٠

(١٠) الطائي، حاتم: ديوان حاتم الطائي، بشرح أحمد رشاد، ص: ٢٣،٢٤، بيروت: دار صادر. (١٤٠١هـ/١٩٨١م)

(١١) الطائي، حاتم: ديوان حاتم الطائي، بشرح أحمد رشاد، ص: ١٤

(١٢) ايضا، ص: ١٨ (١٣) ايضا، ص: ١٩

(١٤) ايضا، ص: ٣٥ (١٥) ايضا، ص: ٥٠

(١٦) أبو علي القالي، إسماعيل بن القاسم البغدادي: الأمالي في لغة العرب، ج ٢ ص١٩٨، بيروت: دار الكتب العلمية. أبو منصور الثعالبي النيسابوري، عبد الملك بن محمد: لباب الآداب، بتحقيق أحمد حسن لبج، ص ٢٢، الطبعة الأولى، بيروت: دار الكتب العلمية، ١٤١٧هـ/١٩٩٧م.

(١٧) الطائي، حاتم: ديوان حاتم الطائي، بشرح أحمد رشاد، ص: ١٠

(١٨) ايضا، ص: ٨ (١٩) ايضا، ص: ٩ (٢٠) ايضا، ص: ١٣

(٢١) ايضا، ص: ٣٢ (٢٢) ايضا، ص: ٣٥ (٢٣) ايضا، ص: ٤٣

(٢٤) ايضا، ص: ٤٧ (٢٥) ايضا، ص: ٣٩ (٢٦) ايضا، ص: ٤٦

(٢٧) ايضا، ص: ٣٧ (٢٨) ايضا، ص: ٣٠ (٢٩) ايضا، ص: ٣٠

(۳۰)ایضاً ص:۱۴ (۳۱)ایضاً ص:۳۸ (۳۲)ایضاً ص:۲۴

(۳۳)ایضاً ص:۴۵ (۳۴)ایضاً ص:۹ (۳۵)ایضاً ص:۱۸

(۳۶) الطائي يحيىٰ بن مدرک، الکلبي هشام بن محمد: ديوان شعر حاتم بن عبد اللّٰه الطائي واخباره، ص ۲۴۳.

(۳۷) الطائي، حاتم: ديوان حاتم الطائي، بشرح أحمد رشاد، ص:۴۴

(۳۸) الطائي، حاتم: ديوان حاتم الطائي، بشرح أحمد رشاد، ص:۹

(۳۹) الطائي يحيىٰ بن مدرک، الکلبي هشام بن محمد: ديوان شعر حاتم بن عبد اللّٰه الطائي واخباره، ص ۲۷۴.

(۴۰) الطائي، حاتم: ديوان حاتم الطائي، بشرح احمد رشاد، ص:۲۸

✿ ✿ ✿